AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ظفر اقبال کی فکاہیہ کالم نگاری

HUMOROUS COLUMN WRITING BY ZAFAR IQBAL

شکیل امجد صادق
پی ایچ ڈی سکالر
رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس
پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان
ڈائریکٹر ایڈوانس سٹڈیز (سوشل سائنسز)
رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس

Shakeel Amjad Sadiq*
Ph.d Scholer
Ripha International University Faisalabad Campus
Prof. Dr. Muhammad Asif Awan
Director Advance studies (Social sciences)
Ripha International University Faisalabad Campus
***Corresponding Author:**
shakeelamjadsadiq@gmail.com

Abstract:
Humorous Column writing flourished in Pakistan after independence. Its basic reason was the flawed political policies in connection with governmental decision making, which people soon realised in the wake of independence as multiple political parties divided the nation. Society's friction, political and social problems, tragedies, events and economic changes were highlighted sarcastically by the column writers through the lens of national journalism. The purpose of such humorous columns was awareness of the masses. Prominent among such writers are Maulana Abdul Majeed, Abdul Majid Darya Abadi, Ibn e Insha, Charagh Hassan Hasrat, Ahmed Nadeem Qasmi, Mukesh Hyderabadi, Naqara Hyderabadi, Qazi Abdul Ghaffar, Haji Laq Laq, Muzaffar Ehsani, Hameed Nizami, Amjad Islam Amjad, Shoukat Thanvi, Intazar Hussain, Dr. Younas Butt, Mustansar Hussain Tarar, Atta-ul-Haq Qasmi, Munir Ahmed Qureshi (Muno Bhai), Nasrullah Khan, Hassan Nisar, Tahir Masud, Mujib ur Rehman Shami, Ashfaq Virk and the undersigned. One such columnist is Zafar Iqbal, who has respectable stature in the field of journalism not only for his humorous column writing but for his poetry as well. He has equal command over column writing and poetry. Zafar Iqbal started his poetry in 1962 through the creation of "Aab e Rawan" but his columns started to appear from 1974.

Key word: *Humorous column, independence, political policies, economic changes, Aab e Rawan, columns.*

لفظ فکاہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی ہنسنے، ہنسانے والا کے ہیں۔ فکاہیہ کالم دراصل صحافتی اصطلاح ہے۔ اس سے مراد خوش طبعی یعنی ظرافت ہے۔ اس سے مراد اخبارات اور رسائل کی وہ تحریریں ہیں جو کسی مخصوص عنوان اور مخصوص نام کے ساتھ باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ ان تحریروں کا موضوع معاشرے کا کوئی بھی پہلو ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر شفیق جالندھری فکاہیہ کالم نگاری کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"فکاہیہ کالم کے ساتھ ہی طنز و مزاح کا تصور ابھر آتا ہے۔ دراصل فکاہیہ کالم اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ضروری ہے کہ یہ کالم ہلکا پھلکا ہو جس میں عوام کی تفریح طبع کا خیال رکھا گیا ہو اور اس میں ادبی چاسنی بھی ہو۔ فکاہیہ کالم کے لیے

> لوگوں کے خطوط، حالاتِ حاضرہ سے خبریں، سیاسی معاملات کے حوالے سے بات چلائی جاتی ہے۔ ماضی کا پس منظر، چٹکلے، لطائف، واقعات اور سب سے بڑی بات یہ کہ تازہ حالات و واقعات کے متعلق ہوتا ہے۔"(23)

موجودہ دور میں اخبارات زوال کا شکار ہیں۔ اخبار کا قاری خال خال رہ گیا ہے۔ نئی نسل اخبارات سے دُور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی بڑی وجہ الیکٹرانک اور سوشل میڈیا ہے۔ موجودہ دُور میں دوسرے کالموں کی نسبت فکاہی کالم زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہو رہے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کالموں میں طنز و مزاح ہوتا ہے۔ کالم نویس معاشرے کی تلخ اور غیر اخلاقی حقیقتوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے تانے بانے بنتا ہے۔

اُردو صحافت میں فکاہیہ کالم نگاری کی تاریخ کافی پرانی ہے جو کہ تقریباً ایک صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہے۔ فکاہیہ کالم نگاری کا آغاز "اودھ پنچ" اخبار سے ہوا۔ "اودھ پنچ" کی تحریروں میں فکاہیہ کالم نگاری کو ایک تحریک کی شکل دے دی اور زمانے کے سماجی، سیاسی اور تہذیبی مسائل کو موضوع بنایا۔ اخبار "اودھ پنچ" کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ہندوستان بھر میں "پنچی" اخبارات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ "اودھ پنچ" کی طرز پر "پنجاب پنچ"، "بنگال پنچ"، "دہلی پنچ"، "باوا آدم پنچ"، راجپوتانہ پنچ" اور "دکن پنچ" کے نام سے اخبارات نکلنے شروع ہو گئے۔

"اودھ پنچ" کے کالم نویسوں میں منشی سجاد حسین اُردو صحافت میں طنز و مزاح کے باوا آدم کہلانے لگے۔ منشی سجاد حسین کے علاوہ فکاہیہ کالم نگاری میں پنڈت رتن ناتھ سرشار، احمد علی شوق، سید محمد آزاد، عبدالغفور شہباز اور احمد علی کمنڈوی قابلِ ذکر ہیں۔ "اودھ پنچ" جہاں اُردو کا پہلا مزاحیہ اخبار تھا وہاں "اودھ پنچ" میں مغربی طنز و مزاح کا بھی ترجمہ کر کے اس کا حصہ بنایا جاتا تھا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ صحافت میں طنز و مزاح کے اعتبار سے "اودھ پنچ" کو اوّلین ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ اس کے علاوہ اُردو صحافت میں "الہلال"، "ہمدرد" اور "زمیندار" بھی قابلِ ذکر پرچے تھے۔

فکاہیہ اور مزاحیہ کالم نگاری کو قیامِ پاکستان کے بعد بہت فروغ حاصل ہوا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ آزادی کے فوراً بعد سیاسی پالیسیاں اور حکومتی نظام کی ساری کارستانیاں عوام کے سامنے کھل کر آ گئی تھیں اور بہت سی سیاسی پارٹیوں نے عوام کو آپس میں تقسیم کر کے رکھ دیا تھا۔ ملکی صحافت میں طنز و مزاح اور صحافت کے لبادے میں کالم نویسوں نے معاشرے کی تلخیوں، سیاسی اور سماجی مسائل، حادثات و واقعات اور معاشی تبدیلیوں کو اپنے طنز کا نشانہ بنا کر فکاہیہ کالم نویسی کی صورت میں ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا تاکہ ان میں بیداری لائی جا سکے۔

ان فکاہیہ کالم نویسوں میں مولانا عبدالمجید، عبدالماجد دریا آبادی، ابنِ انشاء، چراغ حسن حسرت، احمد ندیم قاسمی، مکیش حیدر آبادی، نقارہ حیدر آبادی، قاضی عبدالغفار، حاجی لق لق، مظفر احسانی، حمید نظامی، امجد اسلام امجد، شوکت تھانوی، انتظار حسین، ڈاکٹر یونس بٹ، مستنصر حسین تارڑ، عطاء الحق قاسمی، منیر احمد قریشی (منو بھائی)، نصر اللہ خاں، حسن نثار، طاہر مسعود، مجیب الرحمٰن شامی، اشفاق ورک اور راقم الحروف قابلِ ذکر ہیں۔ انھی کالم نگاروں مین ظفر اقبال بھی اہم مقام رکھتے ہیں۔ ظفر اقبال اپنی فکاہیہ کالم نویسی کی بدولت دنیائے صحافت میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ وہ بیک وقت شاعر اور کالم نویس ہیں۔ انھوں نے شاعری اور کالم نویسی کو برابر مقام پر رکھا ہے۔

ظفر اقبال کی شاعری کا آغاز تو 1962ء میں "آبِ رواں" کی تخلیق سے ہوا مگر انھوں نے کالم نویسی 1974ء میں شروع کی۔ کاشف مجید کے ایک انٹرویو میں اپنی کالم نویسی کی طرف رجحان کے بارے میں یوں کہتے ہیں:

> "کالم نگاری کی طرف میرا طبعی رجحان بھی تھا سو میں نے اپنے والد صاحب سے لیا تھا۔ سیاسی تبصرہ کرنے کا بھی کالموں میں مجھے موقع ملا تھا کیونکہ سیاسیات بھی کرتا رہا ہوں۔ یہ ساری باریں میرے سامنے کی ہیں، میں ذوالفقار علیل بھٹو کی پیپلز پارٹی کا فاؤنڈر ممبر تھا مگر میرا بعد میں اختلاف بھی رہا۔ ہاں ان کے جو مشیر تھے جیسے مبشر حسن، حنیف رامے، معراج محمد خان وغیرہ جو لیفٹ کے آدمی تھے، بھٹو صاحب ان سے دُور ہو گئے تھے۔"(24)

ظفر اقبال نے کالم نویسی میں اپنی ایک الگ پہچان بنائی۔ آپ نے اپنے فکاہیہ کالموں میں تحریف نگاری سے بھی کام لیا اور اس کے علاوہ طنز و مزاح سے بھرپور منفرد تبصرے بھی پیش کیے۔ ان کی کالم نویسی میں طنز و مزاح کی چاشنی کثیر مقدار میں موجود ہوتی ہے لیکن بسا اوقات ان کی کالم نویسی میں سنجیدگی کی کیفیت بھی محسوس

ہوتی ہے۔انھوں نے مختلف اخبارات میں مختلف عنوانات کے تحت کالم نویسی کی۔آپ نے روزنامہ جنگ میں "جنگ نامہ"،روزنامہ نوائے وقت میں "پارٹی پالیٹکس" کے عنوان سے،روزنامہ مشرق میں "بلاناغہ" کے عنوان سے،روزنامہ پاکستان میں "سوئے ادب"اور "بلاناغہ" کے عنوان سے،روزنامہ وقت،روزنامہ جناح اور روزنامہ دنیا میں "دال دلیہ" کے عنوان سے کالم نویسی کی۔آج جکل آپ روزنامہ پاکستان میں بھی "دال دلیہ" کے عنوان سے کالم نویسی کر رہے ہیں۔ان کی کالم نویسی نے موضوعات میں وسعت اور مزاح نگاری کے فن کو عروج تک پہنچایا ہے۔

ظفر اقبال کے ہاں مزاحیہ موضوعات میں خاصا تنوع پایا جاتا ہے۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اُن کے ہاں طنز باقاعدہ منظم شکل میں پایا جاتا ہے اور ان کا طنز خصوصاً کسی نہ کسی مقصد کے تحت ہوتا ہے۔وہ سماج میں موجود کسی بھی مسئلے کی طرف ہماری توجہ مبذول کروانے کے لیے قلم کو لاٹھی بنا لیتے ہیں اور اس لاٹھی کے ذریعے اس لکیر کی فقیر عوام کو ہانکتے رہتے ہیں۔مشفق خواجہ نے ایک بار لکھا تھا:

"ظفر اقبال کالم سے لاٹھی کا کام لیتے ہوئے اس سے سب عوام کو ہانکتے ہیں۔"([illegible])

ظفر اقبال کا فن یہ ہے کہ وہ ہر عمر کے لوگوں کے لیے لکھتے ہیں۔ان کے کالم نوجوان،بچے اور بوڑھے سب کے لیے ہوتے ہیں۔ادبی مزاج کا آدمی ان کے ادبی کالموں کو پسند کرتا ہے۔سیاسی مزاج کا آدمی ان کے سیاسی کالموں کو ترجیح دیتا ہے۔طنز و مزاح اور لطیفہ گوئی کو پسند کرنے والا قاری ظفر اقبال کی فکاہیہ کالم نویسی کو پسند کرتا ہے۔اب تک ان کے کالموں کے تین مجموعے چھپ چکے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

خشتِ زعفران:

"خشتِ زعفران" ظفر اقبال کے فکاہی کالموں کے انتخاب کا پہلا مجموعہ ہے۔خشتِ زعفران کو نگارشات لاہور نے [illegible]ء میں شائع کیا۔انھوں نے اس کتاب کا انتساب اپنے دوست میاں محمد یٰسین خاں وٹو کے نام کیا ہے۔اس کتاب میں ان کے [illegible]ء کے دوران روزنامہ پاکستان میں شائع ہونے والے کالموں کا انتخاب ہے۔ان کے اس انتخاب میں موجود کالموں کی تعداد [illegible] ہے۔یہ کتاب ان کے سیاسی تبصروں اور طنز و مزاح کی تحریروں پر مشتمل ہے۔اس کتاب کے حوالے سے وہ خود لکھتے ہیں:

> "ننگِ مزاح یہ کتاب نئے مزاح سے ذرا مختلف ہے کیونکہ اس میں مزاح کی ستر پوشی کا کام بھی احسن طریقے سے سرانجام دیا گیا تا کہ مزاح کا شائبہ اگر کہیں ہو بھی تو نظرِ بد سے محفوظ رہے۔یوں سمجھئے کہ اس کتاب میں مزاح نگاری کی نقل اتارنے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ ایک مشہور نگار کے بقول جو کہ اتفاق سے میں خود ہی ہوں،مزاح لکھنا تقریباً ناممکن ہے۔چنانچہ مزاح پیدا کرنے کی ناکام کوشش پر قاری کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ نمودار ہوتی ہے ان تحریروں میں اس پر گزارہ کیا گیا ہے کہ اصل مزاحیہ تحریر کا مقصد بھی کم و بیش یہی ہوتا ہے۔بہر حال اگر اس مجموعے میں دو نقص نہ رہ گئے ہوتے تو یہ ایک بہتر کتاب ہو سکتی تھی۔یعنی ایک تو کالموں کا انتخاب میں نے خود کیا ہے اور دوسرے ان کا مصنف بھی میں ہوں۔دراصل میں نے اپنی دانست میں متعلقہ عہد کی سیاسی تاریخ کو محفوظ کرنے کی سعی کی ہے۔اگرچہ میرے زیادہ تر ملنے والوں کے نزدیک اس کتاب میں شامل نہ کیے جانے کی صورت میں یہ تاریخ زیادہ محفوظ رہتی۔"([illegible])

ظفر اقبال کی طبیعت ایک وراثت پسند ادیب کی ہے۔ان کا خاصا یہ ہے کہ وہ سنجیدہ تحریر کو بھی مزاح کا رنگ دے کر عمدہ اور خوب صورت ماحول پیدا کر دیتے ہیں۔وہ اپنی تحریر کو عالمانہ اور بلیغ انداز میں لکھنے کے عادی نہیں ہیں بلکہ گاہے گاہے لطیفہ بازی اور ظرافت کے رنگ سے تحریر کو شگفتہ بنا دیتے ہیں۔اُن کا ان کی تحریر سے لطف تو اُٹھاتا ہی ہے ساتھ مسکرا بھی دیتا ہے۔ظفر اقبال کا فکاہیہ اسلوب اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ وہ سنجیدگی اور ظرافت دونوں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔وہ اپنی تحریر میں لذت،لطف اور شگفتگی پیدا کرنے کا ہنر بھی رکھتے ہیں۔وہ "خشتِ زعفران" میں اپنے ایک کالم "پیچ کس،پلاس اور پیپلز پارٹی" میں سیاستدانوں کا ایک ہی پارٹی میں ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑے کا نقشہ یوں پیش کرتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"ڈیٹ لائن پشاور سے شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق کوہاٹ ڈسٹرکٹ کونسل ہال میں منعقدہ پیپلز پارٹی کا کنونشن زبردست ہنگامے اور کارکنوں کی ہلڑ بازی کا شکار ہو گیا۔ آفتاب شیر پاؤ، افتخار گیلانی اور سید کوثر مسعود کی موجودگی میں کارکنوں نے سٹیج پر چڑھ کر ایک دوسرے کو گالیاں دیں اور ایک دوسرے کو زدو کوب کرنے کے علاوہ ایک دوسرے کے گریبان پھاڑ ڈالے۔ اس ہنگامے کو قابو کرنے میں مرکزی قائدین بھی ناکام رہے۔ تقریباً سو کارکن ایک دوسرے پر ڈنڈوں، پلاسوں اور پیچ کسوں سے حملے کرتے رہے۔"(27)

برصغیر ایشیاء کے علاوہ ملک عزیز کے معاشرتی اور سماجی نظام میں ذات پات کو یکسر اہمیت حاصل ہے۔ اس بات کا اندازہ آپ ضلع کچہری میں وکیلوں کے چیمبرز پر آویزاں بورڈز پر اور ملک عزیز میں ہونے والے قومی اور صوبائی اسمبلی کے الیکشنوں میں بخوبی لگا سکتے ہیں۔ ضلع کونسل اور یونین کونسل کے الیکشن میں وہی نمائندہ زیادہ کامیابی کا متحمل ہوتا تھا جس کی برادری زیادہ ہوتی تھی۔ حالانکہ دینِ اسلام میں ذات پات کے نظام کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ "خشتِ زعفران" میں ظفر اقبال اپنے ایک کالم "آپاں پھڑے گئے آں" میں سیاست میں ذات پات کے حوالے سے کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اسلام آباد میں راجپوت برادری کے بعض سر کردہ حضرات کا اجتماع ہوا جس میں ہمارے دوست اقبال ٹکا پیش پیش تھے۔ مسئلہ زیرِ بحث یہ تھا کہ نگران کابینہ میں ایک بھی راجپوت وزیر نہیں لیا گیا جبکہ اس برادری کی کثیر آبادی ملک میں موجود ہے۔ بہر حال کافی بحث و تمحیض کے بعد طے پایا کہ راجپوتوں کا ایک وفد صدر مملکت اور وزیر اعظم سے ملاقات کرے اور وزات کے لیے اپنا مطالبہ پیش کرے۔"(28)

ادیب ایک آئینے کی طرح ہوتا ہے اور تحریر ادیب کی شخصیت کا عکس ہوتی ہے۔ ظفر اقبال اپنی نثر میں طنز کو کاٹ دار انداز میں لینے کی بجائے اسے اپنے دورِ تخیل سے ایک گہری اور بصیرت سے بھرپور بات بنا دیتے ہیں۔ ان کا تخیل ذوق وے بھرپور اور مشاہدے پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ شاعری کے علاوہ نثر میں بھی ایسی بات بیان کر جاتے ہیں جو نہ قاری کو ناگوار گزرتی ہے اور نہ ہی جس پر وہ بات کہی جاتی ہے اس پر ناگوار گزرتی ہے۔ بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

"طنز کو شکر چڑھی کڑوی گولی کہا جا سکتا ہے۔"(29)

ظفر اقبال کا طنز سپاٹ اور سادہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر گہری معنویت اور مکمل فکر موجود ہوتی ہے۔ ظفر اقبال ایک بے دید نقاد کے طور پر مانے جاتے ہیں۔ یہ ظفر اقبال کا سچّا، سُچّا اور کھرا پن ہے کہ وہ مقصدیت کو سامنے رکھتے ہوئے اور لگی لپٹی کے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی سیاسی فکر، خبروں تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ وہ خبر کو پڑھ کر اور اس خبر کی صداقت کی بھرپور تحقیق کر کے پھر سیاستدانوں پر اپنے طنز سے بھرپور تبصرے کرتے ہیں۔ ان کی فکاہیہ کالم نویسی کا عروج، پہچان، شہرت اور مقبولیت کا سبب ان کی تبصرہ نگاری ہے۔ "خشتِ زعفران" کے ایک کالم میں "سرخیاں اُن کی متن ہمارے" میں سیاستدانوں کے بیان پر تبصرہ نگاری ملاحظہ ہو:

"وزیرِ اعظم محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ "میں اپنے وطن میں غریب یا امیر کا خون بہتا نہیں دیکھ سکتا"۔ البتہ مڈل کلاس یا درمیانے طبقے کی بات اور ہے کیونکہ مہنگائی وغیرہ کے ہاتھوں ان کا خون تو عرصہ دراز سے بہہ رہا ہے جبکہ اسے اپنی سفید پوشی بھی برقرار رکھنا پڑتی ہے۔ لہٰذا درمیانے طبقے کو چاہیے کہ وہ بھی غریب طبقے میں شامل ہو جائیں تاکہ میں گاہے گاہے ان کے حق میں بیان دیتا رہوں۔"(30)

ظفر اقبال کی تبصرہ نگاری طنزیہ اور فکاہیہ ہونے کے ساتھ ساتھ تلخ بھی ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ظفر اقبال ہر پارٹی کے سیاستدانوں کے قول و فعل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ سیاستدانوں کی حرکات و سکنات سے بھی کما حقہٗ واقفیت رکھتے ہیں۔ ان تمام باتوں کی تحقیق کے بعد وہ بلا خوف و خطر اپنی تحریریں اور تبصرے عوام کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے ایک اور کالم میں بعنوان "سرخیاں اُن کی متن ہمارے" میں ایک سیاستدان کے بیان پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"بر طرف وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ "صدر اسحاق کی پکڑ کا وقت قریب آ گیا ہے "لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس والے کم بخت صدر اسحاق کی بجائے مجھے پکڑ کر لے جائیں کیونکہ پولیس والوں کی نظر بھی عام طور پر کمزور ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا میں جونہی دوبارہ وزیر اعظم بنا تمام پولیس والوں کو اپنی گرہ سے عینکیں لگوا دوں گا۔ بشر طیکہ انھوں نے پہلے ہی مجھے دھر نہ لیا۔"([illegible])

لطیفہ گوئی، ہنسی مزاح، خوش مذاقی، عملی مذاق، حاضر جوابی، فقرہ بازی یہ تمام طنز و مزاح اور فقہات کی اقسام ہیں۔ یہ تمام اقسام انسانی زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اسی طرح فنِ لطیفہ گوئی کو بھی اُردو ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اُردو ادب میں بہت سے نثر نگاروں نے فنِ لطیفہ گوئی میں طبع آزمائی کی اور کامیاب مزاح نگار کہلائے۔ لطیفہ گوئی ظفر اقبال کے کالموں کی بھی ایک نمایاں خوبی ہے۔

انھوں نے بھی دیگر فکاہیہ کالم نویسوں کی طرح اپنے بہت سے کالموں کو لطائف کے ذریعے شگفتگی اور تازگی بخشی۔ ان کا یہ خاصا رہا ہے کہ انھوں نے اپنے کالموں میں گھسے پٹے، پرانے، فرسودہ، سنے سنائے اور غیر معیاری لطائف کو جگہ نہیں دی۔ انھوں نے اس بارے میں بھی جدت سے کام لیا اور ہمیشہ اپنے کالموں میں موضوع کی مناسبت سے لطائف شامل کیے ہیں۔

ظفر اقبال نے اپنے کالموں میں لطائف کے ذریعے مزاح تو پیدا کیا ہی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کی بگڑتی ہوئی اقدار پر بھی طنز کے نشتر چلائے ہیں۔ "خشتِ زعفران" کے کالم "اور ہماری ذمہ داریاں" سے ایک لطیفہ ملاحظہ ہو:

"جوش ملیح آبادی کی مولانا اعلیٰ مودودی کے ساتھ بے تکلفی تھی۔ ایک بار مولانا نے ذکر کیا کہ ان کے گردوں میں پتھری ہو گئی ہے جس پر جوش نے کہا مولانا اللہ میاں دراصل آپ کو اندر سے سنگسار کر رہے ہیں۔"([illegible])

ظفر اقبال اپنے فنِ لطیفہ گوئی میں کسی بھی لطیفہ گو سے کم نہیں ہیں۔ وہ اپنے کالموں میں اکثر میاں بیوی کے درمیان ہونے والے جھگڑوں پر لطیفے کالموں میں شامل کرتے رہتے ہیں۔ انھیں میں سے ایک لطیفہ "خشتِ زعفران" میں شامل کالم "غلطی ہائے مضامین مت پوچھ" سے ملاحظہ ہو:

"جھگڑا جب طول پکڑنے لگا تو بیوی بولی "چراغ لے کر بھی ڈھونڈو گے تو میرے جیسی بیوی نہیں ملے گی۔ "لیکن یہ تمھیں کس نے بتایا کہ میں دوبارہ بھی تمہارے جیسی عورت سے شادی کروں گا۔ خاوند نے کہا۔"([illegible])

ظفر اقبال اپنے فکاہیہ کالموں میں جو اسلوب اختیار کرتے ہیں وہ اُن کے اعلیٰ درجے کے نثر نگار ہونے کی علامت ہے۔ ظفر اقبال کا فکاہیہ انداز کسی پر بھی بے جا تنقید نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی دل آزاری کرنا ہے بلکہ ظفر اقبال کا مقصد حکومت اور معاشرے کے منفی رویوں پر طنز کر کے اُن کے عیبوں کو سامنے لانا ہوتا ہے۔

دال دلیہ (جلد اوّل)

"دال دلیہ" ظفر اقبال کے فکاہیہ کالموں کا دوسرا مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور کے روحِ رواں نیاز احمد نے [illegible]ء میں شائع کیا۔ ظفر اقبال نے "دال دلیہ" کا انتساب رائے محمد امین خان کے نام کیا ہے اور ان کی اس کتاب میں [illegible] فکاہیہ کالم ہیں۔ اس کتاب میں شامل کالم بالترتیب [illegible] جولائی [illegible]ء تا [illegible] دسمبر [illegible]ء تک ہیں۔ ان کی یہ فکاہیہ کالم نویسی سیاسی و سماجی سر گرمیوں کا مجموعہ ہے۔ ان کی کالم نویسی کے حوالے سے مشفق خواجہ یوں لکھتے ہیں:

"ہم اب تک یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ ظفر اقبال شاعر اچھے ہیں یا کالم نگار۔۔۔۔۔۔ ظفر اقبال کی کالم نگاری کے بارے میں بھی اگر محمد حسین آزاد کے حوالے سے بات کی جائے تو "آبِ حیات" ہیں۔ بیان کردہ یہ واقعہ سنایا جا سکتا ہے۔ کسی محفل میں میرزا سودا نے ایک خان صاحب کی ہجو ان کی موجودگی میں سُنائی۔ خان صاحب نے ہجو پوری توجہ سے سُنی اور پھر خنجر نکال کر میرزا سودا سے کہا "میں نے تمہاری نظم سُنی، اب تم میری نثر سُنو۔ "لوگوں نے بڑی مشکل سے خان صاحب کا غصہ ٹھنڈا کیا، ورنہ بھری محفل میں نظم اور نثر کے امتزاج سے نثری نظم کا فتنہ پیدا ہو جاتا

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

> اور ادبی تاریخوں میں خان صاحب کا نام نثری نظم کے بانی کی حیثیت سے درج کرنا پڑا۔ خان صاحب موصوف نے "نثر" کا لفظ جس چیز کے لیے استعمال کیا تھا، وہی چیز ظفر اقبال کے پاس بھی ہے اور اسی نوک سے وہ کالم لکھتے ہیں۔ ہم خامہ بگوش ہیں تو وہ خنجر بگوش۔ فرق یہ ہے کہ خامہ ہمارا اپنا اور کان بھی اپنا، ظفر اقبال کان دوسروں کا استعمال میں لاتے ہیں۔ مزید فرق یہ کہ یہ خنجر بوقت ضرورت نادر شاہی تلوار بن جاتا ہے۔ نادر شاہ دوست دشمن میں تمیز نہیں کرتا تھا، ظفر اقبال کرتے ہیں۔ دشمن کو غصے اور دوست کو محبت سے ایک ہی گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔" (🗏🗐)

اُردو کالم نویسی میں طنز و مزاح کا عنصر ہمیشہ سے ہی غالب رہا ہے۔ طنز و مزاح کو اخبار کی کامیابی بھی سمجھا جاتا ہے کیونکہ طنز و مزاح سے جو چٹکی لی جاتی ہے اس کا اثر زیادہ اور دیرپا ہوتا ہے لیکن اُردو کالم نویسی کے شاندار ماضی کے باوجود یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ آج کا اخبار ایک مسلسل تبدیلی کی پیداوار ہے۔ چنانچہ نہ صرف موضوع سے استفادہ حاصل کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے بلکہ کالم کے موضوعات میں بھی وسعت آگئی ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ظفر اقبال کے قاری میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وہ آج بھی ظفر اقبال کی فکاہیہ کالم نویسی کو اتنا ہی پسند کرتے ہیں جتنا کہ ماضی میں کرتے تھے۔ "دال دلیہ" میں موجود ایک کالم "سرخیاں اُن کی متن ہمارے" میں وہ یوں رقمطراز ہیں:

> "وفاقی وزیر پٹرولیم نثار علی خان نے کہا ہے کہ ملک کو نئے الیکشن کی نہیں بلکہ صدر اسحاق کو گھر جانے کی ضرورت ہے۔ اور اب جبکہ انھوں نے پشاور میں واقع اپنا گھر خالی کرا لیا ہے تو آخر ان کے گھر جانے میں کیا امر مانع ہے بلکہ صدر نے تو چند ماہ پیشتر وزیر اعظم سے مجھے بھجوانے کا مطالبہ کر دیا تھا لیکن انھوں نے ایسا کرنے کی بجائے ٹی وی پر وہ اپنی شہرہ آفاق تقریر وداع دی جس کے تھوڑے ہی عرصے بعد صدر نے حکومت اور پوری اسمبلی ہی کو گھر بھجوا دیا۔" عجیب بات ہے کہ کوئی بھی اپنے گھر جانے کو تیار نہیں ہے، مثلاً میریٹ ہوٹل کے مکینوں ہی کو دیکھ لیجئے۔ انھوں نے کہا کہ "فوج نے الیکشن کرنے کا کوئی مشورہ نہیں دیا۔ کیونکہ الیکشن کرانے کا بھی صاف مطلب یہی ہے کہ ہم لوگ گھر چلے جائیں کیونکہ مثلاً اگر پنجاب میں ہی چیف سیکرٹری اور آئی جی پولیس ہمارے ہاتھ کے آدمی نہیں ہوتے تو ہمیں انتخابات کرانے کی بجائے ویسے ہی گھروں کو سدھار جانا چاہیے کہ انتظامیہ اور پولیس کے خصوصی تعاون کے بغیر تو الیکشن جیتنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔" (🗏🗄)

آج کی اس ترقی یافتہ دنیا میں پرنٹ میڈیا بہت بڑے ادارے اور جدت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب ان اداروں کی زبان بندی کے لیے احکام بالا حکم جاری کر دیا کرتے تھے مگر آج کل اخبارات نے بھی وہ مقام حاصل کر لیا ہے جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔ اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو موجودہ دور میں اخبارات اپنی حدود کو پار کر لیتے ہیں۔ پاکستان تو کیا یورپ کی بھی سیاسی کشمکش میں اخبارات کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ اخبارات کے ادارے جو کہ ملکی مسائل پر ایک متوازن رائے گردانے جاتے تھے آج کل وہ بھی اپنے تجارتی مفاد کی خاطر چھوٹے چھوٹے مسائل کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں تاکہ اخبارات کے صفحات تو بھرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ خبریں مل سکیں۔ ہمارے ہاں حکومت کے خلاف تحریکیں بھی دھوئیں کی طرح نمودار ہوتی ہیں اور بہت جلد ہی چھٹ جاتی ہیں۔ شاید یہ تحریکیں زیادہ زور برداشت نہیں کر سکتیں۔ اس صورتحال کو ظفر اقبال نے بڑے عمدہ اور فکاہیہ انداز میں یوں پیش کیا ہے:

> "دوسرے نعرے تو خیر مانوس اور کافی حد تک جمہوری بھی ہیں لیکن الوداع حکومت الوداع کا نعرہ خصوصی حد تک غیر آئینی بھی ہے جس سے اپوزیشن والوں کو درگزر کرنا چاہیے کیونکہ ایک اچھی بھلی حکومت کو خواہ مخواہ الوداع کہنا جمہوری اصولوں اور قدروں کے بھی خلاف ہے پھر حکومت نہ تو خود جانے پر تیار ہے اور نہ ہی صدر مملکت اس کو کہیں بھیجنے کے لیے رضامند ہیں۔ اسے الوداع کہنا ویسے ہی خلاف واقعہ ہے اور ایسی حرکتیں اپوزیشن جیسی سلجھی ہوئی جماعتوں کو زیب نہیں دیتیں۔ اگرچہ ماضی میں ہم خود بھی اپوزیشن کی اس قسم کی حرکات و سکنات کی پُرجوش حمایت

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کرتے رہے ہیں۔چونکہ ہم اپوزیشن کے ساتھ بھی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں اور یہ کاروباری تقاضا بھی ہے اس لیے ہماری دردمندانہ درخواست ہے کہ وہ حکومت کے خلاف لانگ مارچ، شارٹ مارچ اور کار مارچ وغیرہ کا سلسلہ فی الحال بند کردے جب کہ یہ اس کے مفاد میں بھی ہے تاکہ وہ چند ہفتے دم لے کر اور اچھی طرح آرام کے بعد تازہ دم ہو کر یہ تحریک دوبارہ یعنی نئے عزم و بالجزم کے ساتھ شروع کر سکے۔ قومی اور ملکی مفادات ہی کا یہ بھرپور تقاضا ہے کہ اپوزیشن اپنی یہ احتجاجی تحریک ختم کرکے حکومت کے ساتھ شانہ بشانہ چل کر ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کرے۔"(▤⌛)

دُنیا کے اس قدر ترقی کر جانے کے باوجود اور سائنس کے بہت سارے توہمات کے خاتمے کے باوجو لوگ ان پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہیں۔دوسری طرف علمِ نجوم کا شعبہ ہے جس کے ماہر عام طور پر ٹھگ ہوتے ہیں اور صرف اپنی روٹی کمانے کا بہانہ بنا کر بیٹھتے ہوتے ہیں۔ان کے ہاں علمِ نجوم سے واقفیت برائے نام ہی ہوتی ہے۔یہ لوگ،لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے اور اُن کی تقدیر کا حال بتانے کے لیے طوطوں سے کام لیتے ہیں۔اُن طوطوں کو چند باتیں سکھادی جاتی ہیں۔بہت سے لوگ اپنی کم علمی اور یاسیت پسندی کی وجہ سے ان نجومیوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور طوطوں کے ذریعے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرواتے ہیں۔

ان طوطوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ حکومت کے بارے میں بڑی مستند پیش گوئیاں کرتے ہیں اور ہماری حکومت کا حال یہ ہے کہ ادم میں ملک اور اس کے عوام کئی تبدیلیوں سے دوچار ہوتے ہیں یعنی حکومتی کاموں میں اعتماد نام کی کوئی شے نہیں پائی جاتی۔اس حکومتی عدم تسلسل کا عمومی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ملک میں معاشی بحران اور بیروزگاری کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ ظفر اقبال نے اس بات کو بڑے ہلکے پھلکے مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے،وہ لکھتے ہیں:

"ملک عزیز کے جملہ نجومیوں اور جوتشیوں کی طرف سے صدرِ مملک کا جلد از جلد خاتمہ کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں کیونکہ نت نئی اور تیزی سے بدلتی ہوئی سیاسی اور غیر سیاسی صورتحال کے باعث ان مسکینوں کی جملہ پیش گوئیاں غلط ثابت ہورہی ہیں بلکہ بعض اوقات تو پیش گوئی کرنے کے دوران ہی کوئی بڑی تبدیلی رونما ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اب تو اس طبقے کے طوطے بھی بھوکوں مرنا شروع ہو گئے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اپوزیشن اور حکومت ارکان انھیں اپنی اپنی توپ چلانے پر نفسیات کرلیں اور ان بے زبانوں کی دعائیں لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔تاش کے پتے اور فالنامے بھی آدھی قیمت پر دستیاب ہیں۔"(▤⌨)

درج بالا پیرا گرام میں ظفر اقبال نے قومی، ملی اور سیاسی صورتحال میں عدم تسلسل کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے اور اس میں ظفر اقبال نے اپوزیشن اور حکومتی ارکان کے ایک دوسرے پر الزامات اور طعن و تشنیع کو توپ چلانے سے تشبیہ دی ہے اور دوسری طرف ان ملکی مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے جو حکومت کی عدم توجہ کی وجہ سے بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بے روزگاری کی طرف اشارے کنایے میں بات کی ہے۔ ہمارے ہاں ایک اور سلسلہ چل نکلا ہے کہ چھوٹے چھوٹے سیاسی مسائل کی وجہ سے عدالتوں کا رُخ کرنے اور عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کو حل کرنا عدالت کا کام نہیں۔ بلکہ اس جھنجھٹ میں پڑ کر خواہ مخواہ روپے پیسے کا ضیاع اور عدالتوں کا وقت ضائع کرنا ہوتا ہے۔اس سلسلے میں ظفر اقبال لکھتے ہیں:

"آپ کی پالیسی کے تحت اپوزیشن کے ساتھ والہانہ وابستگی کے طور پر جو جلوس مذکورہ بالا میں شرکت کی وجہ سے میرے پاؤں پر باقاعدہ چھالا پڑ گیا ہے جس کے بارے میں قائدِ حزبِ اختلاف رانا اکرام ربانی صاحب کا مؤقف اور اصرار یہ تھا کہ چھالا پیدل چلنے کی وجہ سے نہیں بلکہ تنگ جوتا ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ چنانچہ اس انتہائی سنجیدہ قسم کے سیاسی اختلاف پر اپنے مؤقف کی درستی پر حتمی رائے حاصل کرنے کے لیے پنجاب حکومت نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کا فیصلہ کیا ہے اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ اس مسئلے میں بھی ہم آپ کی پیروی کر رہے ہیں کیونکہ

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

> اگر سیاسی مسائل کے حل کے لیے الاماشاءاللہ عدالتیں موجود ہیں رائے وغیرہ لینے کے لیے لوگوں سے رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے جن کی اکثریت ان پڑھ ہے اور جنھیں فرداًفرداً پیسے بھی نہیں دیے جا سکتے۔"(38)

ہمارے حکمرانوں میں اپنی حیثیت معلوم ہونے کے باوجود بھی بہت سی خوش فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ حکمران اپنی بداعمالیوں کو جانتے ہوئے بھی اپنے آپ کو قوم کا محبوب لیڈر تصور کرتے ہیں اور اپنے آپ کو قوم کے ہر دلعزیز حکمران ہونے کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ یہ وہ لیڈر ہیں جو ملک و قوم کی خدمت کیے بغیر اپنے آپ کو فخرِ حلقہ تصور کرتے ہیں حالانکہ انھیں اپنی تمام بدعنوانیوں اور قوم سے کی گئی وعدہ خلافیوں کا بھرپور علم ہوتا ہے مگر اس کے باوجود بھی اُن کے دل میں یہ زعم ہوتا ہے کہ وہ قوم کے محبوب ترین لیڈر رہیں۔ ظفر اقبال نے اسی بات کو اپنے ایک کالم میں یوں پیش کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "اسی طرح کی ایک مشکل اہلِ اوکاڑا کو بھی درپیش ہے کیونکہ یہاں سے قومی اسمبلی کے تینوں امیدوار اپنے اپنے طور پر فخرِ اوکاڑا کہلا رہے ہیں اور لوگوں کو سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ ان میں اصل فخرِ اوکاڑا کون ہے اور اگر تینوں ہی فخرِ اوکاڑا ہیں تو قومی اسمبلی کے جملہ امیدواروں کو فخرِ اوکاڑا ہونے سے کون روک سکتا ہے۔ بہرحال صورتحال سرِدست یہی ہے کہ دیواروں پر ہونے والی چاکنگ کے پیشِ نظر میاں محمد زمان، راؤ سکندر اقبال اور چودھری اکرام الحق ماشاءاللہ تینوں ہی فخرِ اوکاڑا ہیں۔ اس پر بھی کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ تینوں فخرِ اوکاڑا حضرات فرداًفرداً اپنے آپ کو ہی فخرِ اوکاڑا کہنے اور سمجھنے پر مصر ہیں یعنی ایک فخرِ اوکاڑا دوسروں کو ہرگز فخرِ اوکاڑا نہیں کہتا یا سمجھتا بلکہ ننگِ اوکاڑا کہنے پر بھی نہیں چوکتا۔"(39)

ظفر اقبال کی تحریروں سے طنز و مزاح بلکہ بے باکی اور دلیری بھی جھلکتی ہے۔ ظفر اقبال کی خیالی دنیا بہت وسیع ہے وہ اپنی اس دنیا میں ہر طرح کے خیالات پیدا کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ ظفر اقبال ان خیالات کو جب اور جس وقت چاہیں الفاظ کے ذریعے اپنے فکاہیہ کالموں کی زینت بخشتے ہیں۔ ان کی سیاست کی ہر خبر پر گہری نظر ہوتی ہے بلکہ وہ سیاست کی اس قدر سوجھ بوجھ رکھتے ہیں کہ ہر ہونے والا سیاسی فیصلہ اُن کی فہم میں موجود ہوتا ہے۔ وہ سیاست میں پیدا ہونے والے ہر گھمبیر مسئلے یا بدعنوانی کو من و عن پیش نہیں کرتے بلکہ اُن مسائل کو طنز و مزاح کا لبادہ پہنا کر عوام کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ ان مسئلوں سے عوام بھی آگاہ ہو سکے اور ظفر اقبال کا مطمع نظر حکومت تک پہنچ سکے۔ ایسی ہی صورتحال کو مدِ نظر رکھ کر ظفر اقبال اپنے کالم "مِلا جُلا احتجاج" میں یوں رقمطراز ہیں:

> "ہر گاہ لفافوں کی سیاست سے تنگ آ کر مسلم لیگی امیدواران سید احمد سعید کرمانی اور میاں عبدالوحید نے احتجاجی طور پر اپنے مجوزہ تین تین حلقوں سے دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے اور سیاست میں گھوڑا بازی کی مذمت کی ہے تاہم اس بات پر زیادہ سخت احتجاج یا گیا ہے کہ ووٹر حضرات لفافوں کا تبادلہ ایک دوسرے کے ساتھ ہی کر رہے ہیں جبکہ امیدوار حضرات کو لفافوں کی ہوا تک لگنے نہیں دے رہے۔ حالانکہ انھیں کچھ تو خدا کا خوف کرنا چاہیے کیونکہ لفافوں کی ضرورت اصل میں تو ووٹروں کی بجائے امیدوار حضرات کو ہے جن کا الیکشن پر مال بکریاں ہوتا چلا جاتا ہے اور اگر میاں نواز شریف نے شیر اور بکریوں کو ایک ہی گھاٹ پر پانی پلانے کا وعدہ پورا ہی کر دکھایا تو بھی ان بکریوں کی سخت ضرورت ہو گی۔ لہٰذا دونوں حضرات کو اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور نہ کیا جائے۔ البتہ اگر لفافوں کا رُخ اُن کی طرف بھی پھیرا جا سکتا ہو تو اس فیصلے پر نظرثانی ہو سکتی ہے یعنی 'اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی'۔"(40)

ظفر اقبال کے فکاہیہ کالم، اُن کے طنزیہ اشتہارات سے سجے ہوئے ہوتے ہیں۔ ظفر اقبال اپنے اسلوب کے ذریعے اپنے طنزیہ اشتہارات میں معاشرتی اور سیاسی خامیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ ظفر اقبال ان اشتہارات میں مختلف موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں اور ان میں بیان کردہ خامیوں پر خود بھی ہنستے ہیں اور قاری کو بھی ہنساتے ہیں۔ ان اشتہارات میں ظفر اقبال کا قاری کو ہنسانا ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اس مقصد کے تحت معاشرے اور سیاست کو ان بیماریوں سے پاک کرنا اور عوام کے شعور کو جگانا ہوتا ہے۔

روزمرہ کے ان واقعات کا تعلق خواہ سماج سے ہو یا سیاست سے ظفر اقبال ان واقعات کو مختلف اور منفرد انداز میں پیش کرتے ہیں۔"دال دلیہ" میں شامل کالم "لولے لنگڑے اشتہارات" میں ظفر اقبال کے ایک اشتہار "خوراک آور گولیاں دستیاب ہیں" کا نمونہ ملاحظہ ہو:

> "ہمارے ہاں تیار کردہ خواب آور گولیاں استعمال کر کے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جائیں۔ ہماری گولیاں جلاب آور اور پیشاب آور بھی ہیں یعنی ایک ٹکٹ میں تین مزے۔ اس ٹکٹ سے آپ الیکشن پہ بھی کھڑے ہو سکتے ہیں، گولی کے استعمال کے باوجود نیند نہ آئے تو تارے گننے کے لیے کمپیوٹر مفت مہیا کیا جاتا ہے۔ سونے کی گولیاں کھانے کی صورت میں جاگنے کی گولی کھانا بھی ضروری ہو گا ورنہ کمپنی اس بات کی ذمہ دار نہ ہو گی۔ آپ ابدالآباد تک سوتے ہی رہیں۔ دوائی کے لٹریچر کے ہمراہ قصہ سوتے جاگتے کا رعایتی قیمت پر دستیاب، جاگے سب سنسار سوئے پرور دگار۔ دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا۔"(□□)

"ظفر اقبال کے فکاہیہ اسلوب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اُن کے اظہار کا طریقہ بڑا دلنشیں اور مؤثر ہے۔ وہ کسی بھی موضوع کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ اکتاہٹ اور بوریت کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ الفاظ کو سنوارنا اور آراستہ کرنا ظفر اقبال کا طرۂ امتیاز ہے۔ نثر خواہ سنجیدہ ہو یا فکاہیہ اگر فنکار کی گرفت لفظوں پر ڈھیلی پڑ جائے تو عبارت سطحی اور بے مزہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر لطیفہ بازی اور چٹکلہ بازی کا سہارا لیا جائے تو عبارت بونڈھی اور مسخیرانہ ہو جاتی ہے۔

ظفر اقبال کا فن یہ ہے کہ وہ دونوں صورتوں سے بخوبی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ اپنی فکاہیہ نثر میں یا کالم نویسی میں جو کوئی بھی لطیفہ بیان کرتے ہیں اُس کے پس پردہ دو باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ایک تو اس لطیفے کے پیچھے وہ مسئلہ کارفرما ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ لطیفے کا سہارا لیتے ہیں۔ دوسرا وہ قاری کے لیے مزاح کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ ایسے لطائف عبارت کو آراستہ و پیراستہ کر دیتے ہیں۔ ظفر اقبال کی فکاہیہ کالم نویسی میں بھی حقیقت نگاری چھپی ہوتی ہے۔

دال دلیہ (جلد دوم)

"دال دلیہ" کی جلد (دوم) جنوری □□□□□ء میں قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور نے شائع کی۔ اس کا اہتمام علامہ عبدالستار عاصم نے کیا۔ ظفر اقبال نے "دال دلیہ" جلد دوم کا انتساب شجاعت ہاشمی کے نام کیا۔ "دال دلیہ" جلد دوم کا پیش لفظ معروف شاعر اور فکاہیہ کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے لکھا۔ اس کتاب میں ظفر اقبال کے □□ کالم ہیں۔ "دال دلیہ" جلد دوم میں موجود کالموں کی فہرست کچھ اس طرح ہے۔

(□)"اپنا کلینک"،(□)"ہمارے جنگلی جانور"، (□)"مفت کے اشتہارات"، (□)"کاک ٹیل اور تازہ غزل"، (□)"عاشقانہ خط کتابت"، (□)"کانوں کی حفاظت اور سجاوٹ"، (□)"آپ کا یہ ہفتہ کیسا گزرے گا"، (□)"آج □□□□ شائع ہو گیا"، (□□)"عاشقانہ خط کتابت"، (□□□)"عاشقانہ خط کتابت اور تازہ غزل"، (□□)"جاگنا"، (□□)"سرخیاں، متن اور دانیاز عزیز کی "خدا مری نظم کیوں پڑھے گا"، (□□)"سونا"، (□□)"ڈبلے پتلے اشتہار اور اقتدار جاوید کی نظم"، (□□)"ہم سے پوچھئے"، (□□)"آپ کے خواب"، (□□)"ہمارے جوتے"، (□□)"ہمارے زیورات"، (□□)"ہماری سبزیاں"، (□□)"ہمارے پیشے"، (□□)"ہماری بیماریاں"، (□□)"ہمارے پیشے"، (□□)"ملے جلے اشتہار"، (□□)"ہمارے اعضاء"، (□□)"ہمارے اعضاء"، (□□)"ہمارے اعضاء"،(□□)"ہمارے اعضا"،(□□)"ہمارے رشتے"،(□□)"ہمارے رشتے"،(□□)"ہمارے رشتے"، (□□)"ہمارے پیشے"،(□□)"ہمارے اوزار"،(□□)"گھریلو ٹوٹکے"،(□□)"اونٹ، بکری، فرشتہ اور خانہ پُری"، (□□) "آپ پوچھیں، ہم بتائیں"،(□□)"مفت کے اشتہار"،(□□)"مفت کے اشتہار"،(□□)"ہومیو پیتھک مشورے (جدید)"،(□□)"مفت مشورے اور خانہ پُری"،(□□)"آپ کے خواب"،(□□)"خصوصی اشتہار"، (□□) "شیروں کا صفحہ"، (□□)"مے خواروں کا صفحہ"، (□□)"واک پر واپسی اور بندر ہی بندر"، (□□)" چھوٹی بہو اور بڑی چھوٹی باتیں"، (□□)"گھریلو ٹوٹکے"، (□□)"ٹوٹے"، (□□)"ہمارے ہتھیار"، (□□)"ہمارا فرنیچر"، (□□)"آج کیا پکائیں"، (□□)"گھریلو ٹوٹکا اور رہنمائے باورچی خانہ"، (□□)"ہمارے خشک میوے"، (□□)"ہمارے برتن"، (□□)"ہمارے پرندے"، (□□)"ہمارے جانور"، (□□)"ہمارے

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جانور"، (⌨🗄)"ہمارے پھل"، (🖰🗄)"گھریلو ٹوٹکے"، (🖲✆🗄)"ہمارے پکوان"، (🗀⌛)"گھریلو مشورے"، (🗁⌛)"نمونے کی خط و کتابت"، (🖹⌛)"ستارے کیا کہتے ہیں"۔

اس کتاب میں موجود تمام کالم فکاہیہ اور طنزیہ ہیں۔ ظفر اقبال کی تحریریں خواہ وہ سیاسی، سماجی، معاشرتی، مذہبی یا طنز و مزاح پر مبنی ہوں، وضع قطع کا عمدہ نمونہ ہوتی ہیں۔ان تحریروں کی عبارت ہر لحاظ سے مناسب الفاظ اور خوبصورت تراکیب کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔ ظفر اقبال کے جملوں کی تکمیل ہمیشہ باطریق احسن سرانجام پاتی ہے اور معانی و مطالب کی وضاحت کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ان کی تحریریں خوبصورت لفظوں سے ترتیب پاتی ہیں۔وہ الفاظ کو استعمال کرنے کے ہنر سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ان کی تحریریں ایک طرف تو وضع کا عمدہ نمونہ ہوتی ہیں اور دوسری طرف ظرافت اور مفہوم کی وضاحت لیے ہوتی ہیں۔

ان کی کامل خوبی یہ ہے کہ اُن کی عبارت میں ہمیشہ ایک ربط رہتا ہے اور الفاظ ایک دوسرے سے قائم بالذات ہوتے ہیں۔ان کو لفظوں کے چناؤ میں ایک خاص عبور حاصل ہے۔الفاظ ان کے ہاں اظہار تکمیل کا مکمل فن رکھتے ہیں۔ان کی تحریر سے قاری کے اندر ایک تحریک پیدا ہوتی ہے۔بسا اوقات ان کی تحریر میں شعریت کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ان کی تحریر قاری کو ناگواری کے باوجود بھی کسی تہہ تک ضرور پہنچا دیتی ہے۔ان کے اکثر و بیشتر کالم فکاہیہ انداز سے سیاستدانوں پر طنز کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔"دال دلیہ"(جلد دوم) میں "آپ کے خواب" کے نام سے ایک کالم میں عمران خان کا ذیلی عنوان دے کر یوں رقمطراز ہیں:

> "کیا میں دیکھتا ہوں کہ سپریم کورٹ نے میاں نواز شریف کے خلاف فیصلہ دے دیا ہے جنھیں عوام کے غیظ و غضب سے بچانے کے لیے حفاظتی تحویل میں لے لیا گیا ہے اور خاکسار سے وزارتِ عظمیٰ کا حلف لیا گیا ہے۔دُور دُور تک کوئی نواز لیگی نظر نہیں آرہا۔ مولانا فضل الرحمٰن نے تحریکِ انصاف میں شامل کیے جانے کی درخواست کی ہے جو زیر، غور کر لی گئی ہے۔ سراج الحق کو فوری طور پر وزیر مذہبیات کا قلمدان سونپ دیا گیا ہے۔ پارٹی عہدیداران سے اپنے اپنے پسندیدہ پورٹ فولیوں کے لیے درخواستیں طلب کر لی گئی ہیں۔ شیخ رشید مبارک دینے کے لیے آئے اور انھوں نے بغل گیر ہو کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری آنکھ کھل گئی۔"(🖹🗐)

ظفر اقبال اپنی بات اور اپنی تحریر کو پُر اثر بنانے کے لیے محاورہ بندی کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ محاورہ بندی جہاں کسی عبارت، تحریر یا شعر کے مفہوم کی تفصیل کے لیے بہترین ذریعہ ہے وہاں محاورہ بندی سے ایک ظریفانہ بات اور چوٹ بھی تخلیق ہوتی ہے۔ ظفر اقبال اپنی تحریروں میں محاورہ بندی کا استعمال شعوری طور پر کرتے ہیں۔ان کو اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ تحریر میں شامل کرنے والا یہ محاورہ کس مسئلے پر چوٹ لگائے اور قاری کے لیے کون سا سامان پیدا کرے گا۔

ظفر اقبال محاورہ بندی کے ذریعے نہ صرف داخلیت کا ماحول پیدا کرتے ہیں بلکہ خارجی ماحول کو بھی پُر تاثیر بنا دیتے ہیں۔ان کا یہ کالم "ہمارے پرندے" کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں جس میں انھوں نے کالم کے اس حصے کو "باز" کا ذیلی عنوان دیا ہے:

> "شکاری پرندہ ہے، اسے ہاتھ پر بٹھائے رکھنا پڑتا ہے۔ایک ہاتھ تھک جائے تو دوسرے ہاتھ پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اسے شہباز بھی کہتے ہیں۔ شہباز برادران اب اپنی طرح کا شکار کھیلتے ہیں۔ باز ہونے کے باوجود شکار سے باز نہیں آتا۔ سوچنا پڑے گا کہ اس کا نام کس احمق نے رکھا ہو گا۔ شاعر تو یہی کہتا ہے کہ جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزہ ہے وہ اس کے لہو میں بھی نہیں لیکن اگر یہ ہر وقت کبوتر پر جھپٹتا ہی رہے تو بھوکوں مرجائے اور شاعر کے مطابق کبوتر کبوتر کے ساتھ اڑتا ہے اور باز باز کے ساتھ۔ ہم نے دونوں کے ساتھ ساتھ اڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ شاید باز اس وقت شکم سیر ہو، مادہ باز کو بھی باز ہی کہتے ہیں، بازنی نہیں۔"(🗏🗐)

ظفر اقبال نے اپنی فکاہیہ کالم نویسی میں طنز و مزاح کو ہر حربے اور ہر زاویے سے برتا ہے۔انھوں نے اپنی طنز کا ہدف مکمل کرنے کے لیے فرض خط، فرضی تقریریں، فرضی سوال و جواب، فرضی داستانیں، سفارشیں، شکایات، رپورٹیں اور کانفرنسیں بھی اپنی تحریروں کا حصہ بنائی ہیں۔ یہاں تک کہ ظفر اقبال تمثیلی کردار بھی تخلیق کرتے رہے ہیں۔ یہ کردار اور تحریریں ظفر اقبال کبھی کسی سیاسی لیڈر، کبھی کسی فنکار، کبھی کسی طالب علم اور کبھی کسی شاعر پر فٹ کر دیتے ہیں۔ان کی یہ خیالی کتابت

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ایک بھرپور مکالمے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ قاری یہ بات بھول جاتا ہے کہ یہ ظفر اقبال کی ایک خیالی کتاب ہے۔اسی طرح وہ خیالی عاشقانہ خطوط میں بھی یہی روش اختیار کرتے ہیں۔ یہ خط پڑھ کر قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ ان کے خیالی خطوط نہیں ہیں۔ایسا ہی ایک خط "دال دلیہ "(جلد دوم) میں ایک درزی کا ہے:

> "پیاری زلیخا، جب سے تم گئی ہو طبیعت بہت اُداس اور ہر وقت بدن میں سوئیاں سی چبھتی رہتی ہیں جبکہ تمہاری جھاڑی کھا کھا کر گز کی طرح سیدھا ہو گیا ہوں۔ بے شک آکر دیکھ لو، ہر وقت اپنی سہیلیوں میں ہی نہ پھنسی رہا کرو جن کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے۔ جس کی وجہ سے تم بھی زبان دراز ہوتی جا رہی ہو اور نہیں تو کسی دن ناپ دینے کے بہانے ہی آکر مل جاؤ ورنہ میرا سارا بدن کچی سلائی کی طرح ادھڑ جائے گا کیونکہ پیار کا یہ دھاگا سلامت رہنا چاہیے۔ میرے چہرے کی جھریاں بھی ختم ہو چکی ہیں جیسے ان پر استری کی گئی ہو اور اس پھٹے ہوئے دل پر تم ہی ٹانکا لگا سکتی ہو اور محبت کا یہ ٹوٹا ہوا بٹن تم ہی آکر لگا سکتی ہو، اس لیے دیر نہ کرنا اور جلد از جلد آکر ملاقات کا بخیہ لگانا۔"(44)

ظفر اقبال فکاہیہ کالم نویسی میں مختلف اور منفرد الفاظ سے رنگ بھرتے ہیں۔ان کی تحریروں سے نہ صرف طنز و مزاح نظر آتا ہے بلکہ ان کی تحریروں میں بے باکی اور دلیری بھی جھلکتی ہے۔ان کی خیالی دنیا بہت وسیع و عریض ہے۔وہ مختلف سیاستدانوں کے نام بھی اپنی خیالی کتابت میں تقریریں بھی پیش کرتے ہیں، یہ تقریریں طنز و مزاح پر تو مبنی ہوتی ہی ہیں مگر ان میں گاہے گاہے سیاستدانوں میں پائی جانے والی خرابیوں اور لا ابالیوں کی جھلک نظر آتی ہے۔"دال دلیہ" میں شامل ایک کالم "منسوخ شدہ تقریر" سے اقتباس ملاحظہ ہو:

> "عزیز ہم وطنو! السلام علیکم، خدا کا شکر ہے کہ بحران کے اس زمانے میں بھی میری اور آپ کی ملاقات تقریباً روزانہ ہی ٹیلی ویژن پر ہو جاتی ہے۔ اگرچہ میں تو آپ کی زیارت نہیں کر سکتا لیکن آپ میرا دیدار ضرور کر لیتے ہیں۔ ابھی اگلے روز ہی آپ نے علاقہ سندھ میں چھ پیلو ٹریکٹر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ میں عنقریب آپ کے لیے پیلو بائیسکل، پیلو چار پائیاں اور پیلو پھوہڑیاں بھی متعارف کروانے کا پروگرام بنا رہا ہوں۔ بلکہ بہت جلد ان شاءاللہ آپ خود بھی سر بسر پیلو ہو کر رہ جائیں گے اور جہاں چہروں کی زردی کے حوالے سے پوری قوم میں ہم آہنگی پیدا کی جا سکے گی۔"(45)

اچھے الفاظ پرونا اور وہ بھی اس طرح کہ کوئی پڑھنے والا یہ نہ سمجھے کہ صرف سطحیت اور عامیانہ پن کی تحریریں ہیں، بہت مشکل ہے۔اس کے برعکس معیاری اور عمدہ تحریریں پیش کی جائیں۔ ظفر اقبال کی تحریریں چستی و برجستگی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ان کی تحریریں جہاں ایک معیاری انداز میں پائی جاتی ہیں وہاں لفظوں کی ادائیگی میں چستی اور تحریک دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ایسا عام طور پر وہ تب کرتے ہیں جب کسی واقعہ کے پیچھے مزاحیہ اقتباس درج کرنا ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد تنقیدی انداز میں مذکورہ گفتگو کی وضاحت کرتے ہیں۔ وہ اپنی تحریروں کی لڑی میں لفظوں کے موتیوں کو چستی اور برجستگی کے ساتھ نہایت فنکارانہ انداز میں پروتے ہیں کیونکہ جب تحریروں کو متحرک اور مقاصد کی فن کارانہ توضیح کرنا ہو تو ایک گرم جوش طبیعت کی طرح برجستگی اور چستی سے بھرپور الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

یہ ایک معیاری تحریر کی نشانی ہوتی ہے کہ جہاں ایک طرف وہ سادگی اور خوبصورتی کا عمدہ نمونہ ہو وہاں اس میں روانی اور حسنِ ادا بھی ہوتا کہ پڑھنے والا نہ صرف لطف اندوز ہو بلکہ فن کار کے فن کی داد بھی دے۔ ظفر اقبال کے ہاں چستی و روانی بہت زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے تحریروں میں ایک نامیاتی ترکیب کے مصداق خوب صورتی جنم لیتی ہے۔ایک زندہ پیر ہن کی طرح تحریروں کو صنائع لفظی کا لبادہ اوڑھانے کے ساتھ ساتھ ان پر مینا کاری کر کے انھیں خوب صورتی سے آرائش و زیبائش کے مرحلے سے گزر کر ایک معیاری اور حتمی شکل دیتے ہیں مگر کسی وقت جب بات کو لمبا کرتے ہیں تو ایک سطحی سا انداز جنم لے لیتا ہے۔ لیکن شطرنج کی تمام چالوں کے مصداق وہ جلد ہی اسے اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور اس پر قوتِ تخلیق کا غلبہ ڈال کر اسے حسنِ عبارت کے روپ میں ڈھال دیتے ہیں۔ لفظوں کی ادائیگی میں ان کے ہاں ایک چستی اور روانی پائی جاتی ہے۔ وہ "دال دلیہ "(جلد دوم) کے ایک کالم بعنوان "مے خواروں کا صفحہ "میں رقمطراز ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

> "پیارے شرابیو! اگرچہ ہم خود شراب نوشی کے سخت خلاف ہیں تاہم آپ کی حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جہاں ملکِ عزیز میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں وہاں آپ چاہے خفیہ ہوں، چاہے ظاہر، کسی نہ کسی طور پر اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں اور یقیناً آپ کی بھی خواہش ہوگی کہ میڈیا میں آپ کی بھی مناسب نمائندگی ہونی چاہیے، چنانچہ اپنی روایتی فرض شناسی کو بروئے کار لاتے ہوئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے صفحے کا بھی اجرا کیا جائے جبکہ آپ میں سے اکثر سرِعام اس شغل سے پرہیز کرتے ہیں اور چھپ چھپا کر اس علت سے عہدہ برآ ہوتے ہیں کیونکہ قانون کے لمبے ہاتھوں سے بچنا بھی آپ کے لیے عین فرض ہے، البتہ جو حضرات نشے کی حالت میں سڑکوں پر غُل غپاڑہ کرتے پائے جاتے ہیں ہم اس کے سخت خلاف ہیں۔ حالانکہ غُل غپاڑہ سے کسی کا کیا نقصان ہوسکتا ہے، ماسوائے ماحولیاتی آلودگی کے۔ چنانچہ پولیس والوں سے آپ کو اکثر شکایات رہتی ہیں جبکہ علاوہ ازیں بھی آپ کو متعدد اور گوناگوں مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اپنے مسائل سے ہمیں آگاہ کرتے رہیں تاکہ ان کے سدِباب کی کوئی صورت پیدا ہوتی رہے۔"(🗐⌛)

ظفر اقبال کی تحریروں میں چستی اور برجستگی کی اعلیٰ ترین مثالیں ملتی ہیں۔ انھوں نے گاہے گاہے اسے ایسے نقطے اور بیانات دیے ہیں جو اُن کے مخالفین کی پشت پر داغ ہیں۔ اس سلسلے میں کبھی وہ دلائل سے کام لیتے ہیں اور کبھی زبان و بیان پر عبور ہونے کی وجہ سے چست جواب دیتے ہیں۔ وہ کبھی کبھار تو اُردو میں پنجابی زبان کا لفظ فٹ کرکے اور کبھی انگریزی زبان کے الفاظ استعمال کرکے تحریر کو خوب صورت اور فکاہیہ بنادیتے ہیں۔ ان کے اس اسلوب سے اُن کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے اور قاری کے لیے بہترین نثری تحریر بھی تخلیق ہوجاتی ہے۔ ان کی بہت سی تحریروں میں چستی و برجستگی کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ ان کے اسلوب کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اُن کی تحریروں میں سادگی، سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔

ظفر اقبال بھاری بھر کم مقفیٰ و مسجع عبارت کی بجائے عام فہم اور سادہ عبارت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی تحریر کی خاصیت یہ ہے کہ عامیانہ پن کی بجائے مؤثر اور دلنشین ہوتی ہے۔ وہ الفاظ اور جملوں میں شخصی تاثر اور لفظی جادوگری کرنے کی بجائے سادہ اور عام فہم انداز میں بات کرنے کا طریقہ بخوبی جانتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں سادگی اور سلاست کا درجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ ان کے الفاظ قائم بالذات منظر کو تشکیل دیتے ہیں۔ ایک طرف تو ان کی تحریریں سادہ اور عام فہم ہیں اور دوسری طرف موثر اور دلنشین ہیں۔ ان کی سادگی اور سلاست پر مبنی نثر کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

> "جنید کی شادی کے بعد میں زیادہ عرصہ انہی کے پاس رہا ہوں اور بالآخر اب اس فارم ہاؤس میں آپناہ لی ہے کہ آفتاب بڑا ہے۔ اس لیے اس کا حق بھی مجھ پر زیادہ ہے۔ اگرچہ یہاں پر اپنے دوستوں اور ہم صفیروں کی صحبت سے محروم ہو گیا ہوں کیونکہ یہ جگہ شہر سے کافی دُور ہے۔ البتہ چند ماہ پہلے میں نے کچھ دوستوں کو برنچ پر مدعو کیا تھا جن میں ڈاکٹر تبسم کاشمیری، عبدالرشید، غلام حسین ساجد، سمیع آہوجہ، عطاء الحق قاسمی، ڈاکٹر ضیاءالحسن، حمید شاہین، اقتدار جاوید، افضال احمد اور کلیم و دیگران شامل تھے۔ موسم ذرا ٹھیک ہوتا ہے تو اس کی تکرار کرنے کا ارادہ ہے۔ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ آپ اتنے بڑے گھر میں اکیلے کیسے رہتے ہیں کیونکہ آفتاب بھی ہر روز میسر نہیں ہوتا اور اپنے "خبرناک" کے سلسلے میں اسے مصروف رہنا پڑتا ہے لیکن ہر لکھاری کی طرح میں بھی تنہائی سے باقاعدہ لطف اندوز ہوتا ہوں اور یکسو ہو کر سوچنے کا موقع بھی ملتا ہے۔"(🗐🖮)

ظفر اقبال بات اور جھگڑوں میں بھاری پن اور انھیں ثقیل بنانے کے لیے مبالغہ بازی یا لفظوں کے گورکھ دھندے میں نہیں الجھتے بلکہ وہ عام فہم، سادہ اور منطقی انداز میں کرتے ہیں تاکہ ان کی بات قاری کے دل میں اُتر جائے۔ اگرچہ ظفر اقبال کہیں کہیں لفاظی اور صنائع بدائع سے کام لیتے ہیں لیکن جلد ہی اس گنجھل سے نکل کر سادگی اور سلاست کی ڈور سیدھی کر لیتے ہیں۔ حقیقت نگاری کا یہ اصول ہے کہ بات سادھا، سلیس اور منطقی انداز میں کی جائے۔ ان کی تحریریں خوب صورتی کا بہترین نمونہ

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہیں اور اپنے مقصد کی تشریح کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔اسی طرح جزئیات نگاری ایک ادبی اصطلاح ہے۔ یہ اصطلاح شاعری اور نثر دونوں میں استعمال کی جاتی ہے لیکن یہ اصطلاح بہت کم شاعروں اور نثر نگاروں کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔

دراصل جزئیات نگاری سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی چیز کے بارے میں اجمالاً ذکر کرنا لیکن اتنی سمجھداری سے ذکر کرنا کہ ایک توکڑی سے کڑی ملتی جائے اور دوسرا اجزو سے مل کر کل تک پہنچا جائے یہ خوبی ظفر اقبال کے فن میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔بحیثیت کالم نویس ظفر اقبال کے کالموں میں قاری کو جگہ جگہ جزئیات نگاری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان کی تحریریں جزئیات نگاری کا عمدہ نمونہ ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ ظفر اقبال جزئیات نگاری کا خمیر واقعات اور تخیل سے کشید کرتے ہیں۔وہ ادبی کالمنویسی کے لیے قلم اٹھائیں یا فکاہیہ کالم نویسی کے لیے ان کے سامنے جزئیات نگاری ہاتھ باندھے ہوئے کھڑی ہوتی ہے۔"دال دلیہ" میں موجود کالم "گھریلو ٹوٹکا اور رہنمائے باورچی خانہ" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "صاحب موصوف نے رنگ رنگ کے کھانوں کے علاوہ انھیں ہضم کرنے کے لیے طرح طرح کی پھکیاں تیار کرنے کے طریقے بھی بتادیے ہیں تاکہ اگر ضرورت سے زیادہ بھی کھالیا جائے تو اسے اچھی طرح ہضم بھی کیا جاسکے کہ اوّل تو ہر شریف آدمی کا معدہ لکڑ ہضم، پتھر ہضم ہونا چاہیے کہ اسے پھکیاں وغیرہ استعمال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے تاہم پھکیوں کے ساتھ ساتھ مختلف چورن تیار کرنے اور استعمال کرنے کے طریقے بھی اس از حد مفید کتاب میں بتائے گئے ہیں۔مزید برآں یہ سنہری نسخہ بھی بیان کر دیا ہے کہ اگر پھکی اور چورن استعمال کرنے کے باوجود کھانا ہضم نہ ہو رہا ہو یا پھکی وغیرہ ہر وقت دستیاب نہ ہو تو اوپر دبا کر مزید کھالینا چاہیے تاکہ اس کے بوجھ تلے آکر پہلا کھانا بھی ہضم ہو جائے۔"(38)

ظفر اقبال کا اندازِ تحریر حرکت پذیر ہے۔وہ مختلف مناظر کو جوڑ کر ایک مجسم تصویر بنانے کا ہنر جانتے ہیں۔ان کے کالموں میں جزئیات کا حصہ مستعار لینے کی حد تک نہیں ہے بلکہ ان کی تحریریں جزئیات نگاری سے ترتیب پاتی ہیں۔وہ ایک ایسے انسان ہیں جن میں ادبی، سیاسی، سماجی شعور کے علاوہ عصری شعور بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ان کی تحریریں جہاں لذت اور خوشی کا سامان پیدا کرتی ہیں وہیں فنکارانہ داد کی بھی مستحق ٹھہرتی ہیں۔ان کا اندازِ تحریر، اندازِ بیاں منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔وہ اپنی کالم نویسی اور دیگر تحریروں میں بات کرتے کرتے یک لخت انگریزی، فارسی، عربی اور پنجابی کے الفاظ استعمال کر کے "خشتِ زعفران" کا سماں باندھ دیتے ہیں۔

ظفر اقبال کے اس اسلوب سے نہ صرف تحریر میں خوب صورتی پیدا ہوتی ہے بلکہ اُن کی علمی قابلیت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔اُردو زبان میں دوسری زبانوں کے الفاظ کو ایک مناسبت کے ساتھ عبارت میں سمجھوتا ایک مہا فنکار کا کام ہے جبکہ ظفر اقبال اس فن سے بخوبی واقف ہیں۔ان کی یہ مہارت ہے کہ وہ اُردو زبان میں دوسری زبانوں کے لفظوں کا پیوند بھی بخوبی لگانا جانتے ہیں۔"دال دلیہ" (جلد دوم) سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "فرنیچر کے خواہش مند افراد ہمارے فرنیچر ہاؤس پر آکر اپنی پسند کا فرنیچر حاصل کریں۔سیکنڈ ہینڈ فرنیچر بھی دستیاب ہے بلکہ اپنا استعمال شدہ فرنیچر فروخت کرنا چاہیں تو من پسند قیمت حاصل کریں۔فرنیچر سازی کا ہنر بھی معمولی فیس لے کر سکھایا جاتا ہے تاکہ فرنیچر سے ہر طرح سے بے نیاز ہو جائیں، آزمائش شرط ہے
> المشتہر: ماڈرن فرنیچر ہاؤس وٹریننگ سنٹر، گڑھی شاہو، لاہور۔"(39)

ظفر اقبال کا اسلوب انتہائی اچھوتا ہے، انھوں نے جس عہد میں کالم نویسی شروع کی اس وقت ادبی اُفق پر چراغ حسن حسرت، عبدالمجید سالک، مولانا ظفر علی خان، انتظار حسین، مشفق خواجہ اور مرزا ادیب جیسے نامور کالم نویسوں کے واضح نشانات موجود ہونے کے ساتھ ساتھ اچھوتے اسلوب کے مالک بھی تھے۔ان کی نثر میں شاعری کا منفرد اور دبنگ لہجہ ملتا تھا۔اُن کے خیالات اچھوتے، دلنشین اور جملوں کی ساخت کاٹ دار تھی۔ ظفر اقبال ایک ایسے اسلوب کے مالک ہیں جنھیں بلا تعامل "ظفراتی اسلوب" کہنے میں کوئی عار اور دقت نہیں ہے۔وہ اپنے اسلوب کے اکلوتے موجد اور اکلوتے خاتم ہیں۔ان کے لہجے کی انفرادیت، جدت، طنز، سادگی اور بانک پن ایک دبستان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ظفر اقبال اپنے فکاہیہ کالموں میں مختلف اسلوبِ بیاں اختیار کرتے ہیں جو اُن کے اعلیٰ درجے کے نثر نگار ہونے کی روشن دلیل ہے۔ان کی نثر کا مقصد عوام یا عوامی نمائندوں کی دل آزاری کرنا نہیں بلکہ اُن کا خصوصی مقصد حکومت اور معاشرے میں پائے جانے والے منفی رویوں پر طنز کرنا اور اُن کے عیبوں کو سامنے لانا ہوتا ہے۔ ان کی نثر قاری کے ذہن کو نہ صرف پڑھنے کی طرف مائل کرتی ہے بلکہ قاری کی آنکھوں اور ذہن کی تھکن بھی اُتار دیتی ہے۔ان کی نثر پڑھتے پڑھتے ان کا قاری اپنے لطف کی اس نہج پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ بلا شبہ ایک ادبی اور شاہکار نثر پڑھ رہا ہے۔ان کے کالموں میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو اُن کے ایک اعلیٰ درجے کے نثر نگار ہونے کی روشن دلیل دیتے ہیں۔ وہ ایک بڑے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی ایک بہترین اسلوب اور موضوعات کے حوالے سے عبور رکھتے ہیں۔ان کا اندازِ بیان اور اسلوب ادب کے ایک نقاد اور نو واردان جویانِ علم وادب کے لیے کسی مشعل راہ سے کم نہیں ہے۔

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

حوالہ جات

23۔ شفیق جالندھری، ڈاکٹر، "کالم نویسی"، لاہور، اے ون پبلشرز، 1993ء، ص 33

24۔ کاشف مجید، انٹرویو: ظفر اقبال، مشمولہ "ظفر اقبال ایک عہد ایک روایت"، مرتب سید عامر سہیل، لاہور، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، 2018ء، ص 19

25۔ مشفق خواجہ، مضمون: "ادبی منشیات"، مشمولہ، مرتب عامر سہیل، ظفر اقبال ایک عہد ایک روایت، ص 148

26۔ ظفر اقبال، "خشتِ زعفران"، لاہور، نگارشات میاں چیمبر، 1996ء، ص 18

27۔ ایضاً، ص 14

28۔ ایضاً، ص 146

29۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "تنقیدی اصطلاحات"، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2011ء، ص 86

30۔ ظفر اقبال، "خشتِ زعفران"، ص 89

31۔ ایضاً، ص 134

32۔ ایضاً، ص 52

33۔ ایضاً، ص 163

34۔ مشفق خواجہ، "ادبی منشیات"، ص 148-149

35۔ ظفر اقبال، " دال دلیہ "(جلد اوّل)، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 1997ء، ص 21-22

36۔ ایضاً، ص 20

37۔ ایضاً، ص 40

38۔ ایضاً، ص 31

39۔ ایضاً، ص 143

40۔ ایضاً، ص 171

41۔ ایضاً، ص 38

42۔ ظفر اقبال، " دال دلیہ "(جلد دوم)، لاہور القلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، جنوری 2020ء، ص 141

43۔ ایضاً، ص 185

44۔ ایضاً، ص 29

45۔ ایضاً، ص 132

46۔ ایضاً، ص 151

47۔ ایضاً، ص 159

48۔ ایضاً، ص 176

49۔ ایضاً، ص 171
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~